بِسۡمِ

لائٹ انٹر نیشنل

اپریل ۲۰۲۰ء

شعبان / رمضان ۱۴۴۱ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ترجمان۔

ہمارے عقاید

حضرت محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

قرآن کی کسی آیت کی نہ تلاوت منسوخ ہے اور نہ حکم

حضرت مرزا غلام احمدؒ وہ مجدد تھے، جن کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی۔

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

ارشد علوی

فہرست مضامین

۱: کلام امام۔ رُوح کی پیدائش (اسلامی اصول کی فلاسفی قسط۔۵)	۲
۲: یادِ رفتگان۔ محمد اعظم علوی مرحوم (بریگیڈئیر ظفر صاحب)۔	۳
۳: ایام الصلح۔ بلا کے دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے دُعائیں کریں۔	۵
۴: خطبہ مولانا محمد علیؒ۔ رمضان میں ہمارا مجاہدہ۔	۶

حضرت مسیح موعود نے فرمایا

مردم شماری کے فارم میں لکھو مسلمان فرقہ احمدیہ۔

- مجھے چھوڑ کر تم کون سا اسلام پیش کرو گے۔"

غیر از جماعت امام اگر کلمہ گو کو کافر کہنے والے کے کافر ہونے کا اعلان کرے تو اُس کے پیچھے نماز ادا کرو۔

- احمدی کے لئے لازمی ہے کہ ہر ماہ چندہ دے۔

جو شخص تین ماہ تک چندہ نہیں دیتا وہ جماعت سے خارج ہے۔

ہر احمدی کے لئے اپنی وصیت میں جماعت کے لئے ایک حصہ چھوڑنا لازمی ہے۔

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

www.virtualmosque.co.uk پر دیگر نشریات

پروگرام و اوقات

جمعہ - انگریزی	13:00
اتوار - اردو	09:00
اتوار - انگریزی	13:00
ماہانہ اجلاس - انگریزی - ہر ماہ پہلی اتوار	15:00
عیدین - انگریزی	11:00

رمضان کی نشریات

۱۹۰۰ - درس القرآن (ریڈیو اور فیس بک پر)

۲۲۰۰ - نماز تراویح (ریڈیو پر)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

ای میل: editor.TheLight@aaiil.uk

وقت تھا، وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا۔

وَلاَ تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لاَ تَشْعُرُونَ (البقرة: ۱۵۴)

محمد انور شہید کے نام

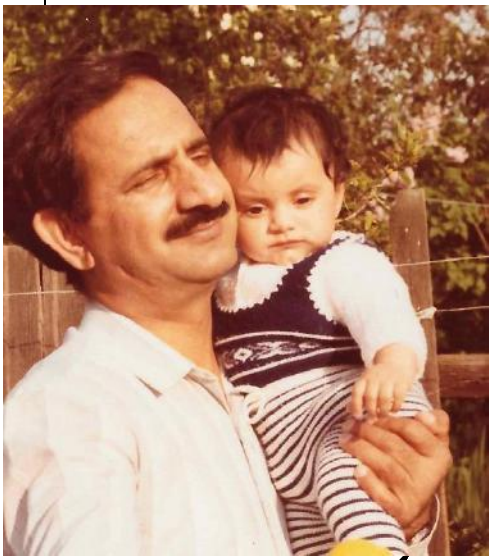

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؒ

اسلامی اصول کی فلاسفی (قسط ۵)

مُرتّب:۔ ارشد علوی

حضرت مسیح موعودؑ اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرماتے ہیں۔

رُوح کی پیدائش

اِس سے زیادہ اُس تعلق کے ثبوت پر یہ دلیل ہے کہ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کی ماں جسم ہی ہے۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ میں رُوح کبھی اُوپر سے نہیں گرتی بلکہ وہ ایک نُور ہے جو نُطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ "اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔"

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہو گا۔

۴. بمُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال يكلمون من غير ان يكونوا انبياء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَاۤ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: "اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

اور جسم کے نشو و نما کے ساتھ چمکتا جاتا ہے۔ خُدا تعالیٰ کا پاک کلام ہمیں سمجھاتا ہے کہ رُوح اس قالب میں سے ہی ظہور پذیر ہو جاتی ہے جو نُطفہ سے رحم میں تیار ہوتا ہے جیسا کہ وہ قرآنِ شریف میں فرماتا ہے۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (المؤمنون:۱۴) یعنی پھر ہم اس جِسم کو جو رِحم میں تیار ہوا تھا ایک اور پیدائش کے رنگ میں لاتے ہیں۔ اور ایک اور خلقت اُس کی ظاہر کرتے ہیں جو رُوح کے نام سے موسوم ہے اور خُدا بہت برکتوں والا ہے اور ایسا خالق ہے جو کوئی اُس کے برابر نہیں۔

اور یہ جو فرمایا کہ ہم اِسی جسم میں سے ایک اور پیدائش ظاہر کرتے ہیں۔ یہ ایک گہرا راز ہے جو رُوح کی حقیقت دکھلا رہا ہے۔ اور اُن نہایت مستحکم تعلقات کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو رُوح اور جسم کے درمیان واقع ہیں۔ اور یہ اشارہ ہمیں اِس بات کی بھی تعلیم دیتا ہے کہ اِنسان کے جسمانی اعمال اور اقوال اور تمام طبعی افعال جب خُدا تعالیٰ کیلئے اور اُس کی راہ میں ظاہر ہونے شروع ہوں۔ تو اُن سے بھی یہی الٰہی فلاسفی متعلق ہے۔ یعنی ان مخلصانہ اعمال میں بھی ابتداء ہی سے ایک رُوح مخفی ہوتی ہے جیسا کہ نُطفہ میں مخفی تھی اور جیسے جیسے اُن اعمال کا قالب تیار ہوتا جائے وہ رُوح چمکتی جاتی ہے۔ اور جب وہ قالب پورا تیار ہو چکتا ہے تو یک دفعہ وہ رُوح اپنی کامل تجلّی کے ساتھ چمک اُٹھتی ہے اور اپنی رُوحی حیثیت سے اپنے وجود کو دکھا دیتی ہے۔ اور زندگی کی صریح حرکت شروع ہو جاتی ہے۔ جبھی کہ اعمال کا پُورا قالب تیار ہو جاتا ہے۔ معاً بجلی کی طرح ایک چیز اندر سے اپنی کُھلی کُھلی چمک دکھلانا شروع کر دیتی ہے۔ یہ وہی زمانہ ہوتا ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ قرآنِ شریف میں مثالی طور سے فرماتا ہے۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (الحجر:۲۹) یعنی جب مَیں نے اس کا قالب بنا لیا اور تجلّیات کے تمام مظاہر دُرست کر لئے۔ اور اپنی رُوح اس میں پھونک دی تو تم سب لوگ اس کے لئے زمین پر سجدہ کرتے ہوئے گر جائو۔ سو اس آیت میں یہی اشارہ ہے کہ جب اعمال کا پورا قالب تیار ہو جاتا ہے تو اس قالب میں وہ روح چمک اٹھتی ہے جس کو خُدا تعالیٰ اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے۔ کیونکہ دنیوی زندگی کے فنا کے بعد وہ قالب تیار ہوتا ہے۔ اس لئے الٰہی روشنی جو پہلے دھیمی تھی یکدفعہ بھڑک اُٹھتی ہے اور واجب ہوتا ہے کہ خُدا کی ایسی شان کو دیکھ کر ہر ایک سجدہ کرے اور اس کی طرف کھینچا جائے۔ سو ہر ایک اِس نُور کو دیکھ کر سجدہ کرتا ہے۔ اور طبعاً اِس طرف آتا ہے بجُز ابلیس کے جو تاریکی سے دوستی رکھتا ہے

رُوح کا مخلُوق ہونا

پھر مَیں پہلی بات کی طرف رجوع کر کے بیان کرتا ہوں کہ یہ بات نہایت دُرست اور صحیح ہے کہ رُوح ایک لطیف نُور ہے جو اس جسم کے اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے۔ جو رحم میں پرورش پاتا ہے۔ پیدا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اوّل مخفی اور غیر محسوس ہوتا ہے پھر نمایاں ہو جاتا ہے۔ اور ابتدائی اُس کا خمیر نُطفہ میں موجود ہوتا ہے۔ بے شک وہ آسمانی خُدا کے ارادہ سے اور اُس کے اِذن اور اس کی مشیّت سے ایک مجہول الکنہ علاقہ کے ساتھ نُطفہ سے تعلق رکھتا ہے اور نُطفہ کا وہ ایک روشن اور نُورانی جوہر ہے۔

نہیں کہہ سکتے کہ وہ نُطفہ کی ایسی جُز ہے جیسا کہ جسم جسم کی جُز ہوتا ہے۔ مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتا ہے یا زمین پر گِر کر نُطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے بلکہ وہ ایسا نُطفہ میں مخفی ہوتا ہے جیسا کہ آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے خدا کی کتاب کا یہ منشاء نہیں ہے کہ رُوح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ یا فضا سے زمین پر گِرتی ہے اور پھر کسی اتفاق سے نُطفہ کے ساتھ مل کر رحم کے اندر چلی جاتی ہے۔ بلکہ یہ خیال کسی طرح صحیح نہیں ٹھہر سکتا۔ اگر ہم ایسا خیال کریں تو قانونِ قُدرت ہمیں باطل پر ٹھہراتا ہے۔ ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے اور باسی کھانوں میں اور گندے زخموں میں ہزار ہا کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ میلے کپڑوں میں صدہا جُوئیں پڑ جاتی ہیں۔ انسان کے پیٹ کے اندر بھی کدو دانے وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اب کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ باہر سے آتے ہیں یا آسمان سے اترتے کسی کو دکھائی دیتے ہیں۔ سو صحیح بات یہی ہے کہ رُوح جسم میں سے ہی نکلتی ہے اور اِسی دلیل سے اس کا مخلوق ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ (فہرست مضامین)

بر گیڈیئر سیّد محمد ظفر صاحب کا خراجِ عقیدت۔

محمد اعظم علوی صاحب مرحوم

ایک عظیم فلسفی نے سچ کہا ہے کہ روشنائی سے لکھنے والا، خونِ دل سے لکھنے والے کی برابری نہیں کر سکتا۔

اعظم صاحب کی ۳۱ مارچ کو اچانک جُدائی سے دل سخت رنجیدہ ہے اور انکی یاد میں صرف یہ چند سطور یقیناً اُن کے اُس کلام کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جو اعظم صاحب مرحوم نے جماعت کے بزرگوں کی وفات کے موقع پر اپنے گہرے جذبات کو قلمبند کرتے ہوئے لکھا کرتے تھے۔

میں اعظم صاحب کو تقریباً ۳۵ برس سے جانتا ہوں ۔جبکہ وہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مقیم تھے اور اپنی زندگی تبلیغ اسلام کے لیئے وقف کر چکے تھے۔انہوں نے انجمن کے کارکن کی حیثیت سے کام کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم کو بھی جاری رکھا۔ اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ علم و ادب سے ان کو بے حد لگاؤ تھا۔وہ ایک حساس طبیعت کے مالک تھے جو شاعروں اور ادیبوں کا خاصہ ہے۔اُن کی عملی زندگی اور اُنکا منظوم کلام جو اُنکے جذبات کی غمازی کرتا ہے۔اس بات کا ثبوت ہیں کہ اُن کی روح کی گہرائیوں میں دین کی محبت کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔اُن کی سادہ دلی، خُدا خوفی، سخت محنت کی عادت اور بے لوث خدمت کے جذبے نے اُن کو ہر خاص و عام کی نظروں میں ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔

اعظم صاحب احمدیہ بلڈنگس کی اُس فضا کئی برس تک رہے جو حکمت و معرفت کی درسگاہ تھی۔جو ہر لمحہ روحانیت کی تلقین کرتی تھی ۔قناعت کا سبق دیتی تھی۔انسانیت سے محبت کا پرچار کرتی تھی۔خُدا اور اُس کے دین کے لیئے بڑی سے بڑی قُربانی دینے پر ترغیب دیتی تھی۔اِسی فضارُوحانیت کے وہ چشمے پھُوٹے جنھوں نے تمام پیاسی دُنیا کو سیراب کر دیا۔اسی فضا کی کیفیت کو منظوم کلام میں بیان کرتے ہوئے اعظم صاحب نے آج سے کئی برس پہلے اطفال الاحمدیہ کے اجلاس میں ایک نظم پڑھی جس کی صدارت حضرت مولانا محمد علیؒ امیر جماعت نے کی تھی۔

ہم دین کی خاطر دُنیا کی ہر چیز کو قُرباں کر دیں گے۔
ہم میٹھی نیند اُڑا دیں گے غفلت میں سونے والوں کی۔
ہم پھر سے ہمت باندھیں گے منزل کے کھونے والوں کی۔
ہر مشکل آساں کر دیں گے قسمت پہ رونے والوں کی۔
ہم ایسے نغمے چھیڑیں گے ہر درد کا درماں کر دیں گے۔
ہم دین کی خاطر دُنیا کی ہر چیز کو قُرباں کر دیں گے۔

اُن کی اس نظم نے اُس وقت کے احمدی بچوں کے دِلوں پر ایک گہرا اثر چھوڑا۔

جماعت کے نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے شبان الاحمدیہ کے ایک اجلاس میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح کیا۔

ہمیں یارو فروغ، نورِ ایماں کی ضرورت ہے۔
ضرورت ہے کہ ہم قُرآن کی تفسیر بن جائیں۔
مسیحِ وقت کے ہر خواب کی تعبیر بن جائیں۔
ہماری کوششیں اسلام کی تقدیر بن جائیں۔

یہ الفاظ اس باعمل شاعر کے تھے جس کا ذہن اعلیٰ افکار کی آماجگاہ تھا اور جس نے اپنی عملی زندگی سے ان تخیلات کو سچ کر دکھایا۔

جماعت کے بزرگوں کی وفات پر لکھی ہوئی نظمیں اس بات کی شہادت ہیں کہ بزرگوں سے اُن کو کس قدر گہری محبت تھی۔اور اُنکے چلے جانے پر اُنکا دل کس قدر غمزدہ ہوتا تھا۔اعظم صاحب جماعت کے اُن کارکُنوں میں سے تھے جنھوں نے دُنیاوی آرزوؤں کو اپنا غلام بنالیا تھا۔

تقریباً ۳۰ برس کی بات ہے کہ ان کی اہلیہ مرحومہ (فہمیدہ طاہرہ) شادی کے بعد اپنے اکلوتے بیٹے (ارشد) کی پیدائش کے بعد دُوسرے بیٹے (امجد عمر ۶ ماہ) کی وفات کے چند ماہ بعد ہی وفات پا گئیں۔اُن کی وفات ایک نہائیت ہی غمزدہ داستان ہے اس وقت اعظم صاحب مرحوم نادر منزل احمدیہ بلڈنگس کے بالائی حصہ میں رہتے تھے۔(مدفون قبرستان میانی صاحب)

اس جُدائی کا صدمہ اعظم صاحب کی طبیعت پر تمام عُمر رہا اُنہوں نے اپنی شریکِ حیات کی یاد میں ایک طویل نظم لکھی جس کا بند تھا۔

وہ جنت آشنا اب بھی میری دُنیا میں آتی ہے۔

یہ نظم لاہور کے ایک ہفت روزہ رسالہ حُور میں چھپی۔اس نظم پہ حلقہ اربابِ ذوق اور حلقہ اربابِ ادب لاہور میں تبصرے ہوئے اور اعظم صاحب کو لاہور کے ادبی حلقوں میں ایک اچھے پائے کا ادیب مانا جانے لگا۔اسی بناء پر نوائے وقت اور قندیل رسالہ کی انتظامیہ کی طرف سے اُن کو ایک معقول معاوضہ کے عوض ادارے کے کارکن کی حیثیت سے کام کرنے کی پیشکش بھی ہوئی تھی ۔ناسازگار حالات کے باوجود بھی اُنہوں نے اشاعتِ اسلام کی خدمت کو ترجیح دی اور اس پیشکش کو قبول نہ کیا۔ قلمی نام سے اُنکا کلام لاہور کے اردو ادبی رسائل میں برسوں تک چھپتا رہا اور قارئین سے دادِ تحسین حاصل کرتا رہا۔

ہماری انجمن کا یہ پروانہ ہمیں افسُردہ چھوڑ کر اور اپنے دلکش گیت

فضا میں بکھیر کر اُس خُوبصورت وادی کی طرف اچانک پرواز کر گیا جہاں پاکیزہ روحیں اُس کو خُوش آمدید کہہ رہی ہیں۔ (فہرست مضامین)

خُدا تعالیٰ بہت حلیم ہے

حضرت مسیح موعودؑ ایام الصلح میں فرماتے ہیں

اور ایک ضروری امر ہے جس کے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ جو لوگ روحانیت سے بے بہرہ ہیں اس کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھیں گے مگر میرا فرض ہے کہ میں اس کو نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ظاہر کروں اور وہ یہ ہے کہ آج چھ فروری ۱۸۹۸ء روز یکشنبہ ہے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ "یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے

"میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔ لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارہ میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے کہ ان اللہ لا یغیر مابقوم حتی یغیر وا ما بانفسھم انہ اوی القریۃ[1]

جب تک دلوں کی وباء معصیت دور نہ ہو تب تک ظاہری وباء بھی دور نہیں ہو گی اور در حقیقت دیکھا جاتا ہے کہ ملک میں بدکاری کثرت سے پھیل گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ہوا و ہوس کا ایک طوفان برپا ہو رہا ہے۔ اکثر دلوں سے اللہ جل شانہ کا خوف اُٹھ گیا ہے اور وباؤں کو ایک معمولی تکلیف سمجھا گیا ہے جو انسانی تدبیروں سے دور رہ سکتی ہیں۔ ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری سے ہو رہے ہیں۔ اور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں ان میں جو غریب اور مفلس ہیں اکثر ان میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے جاتے ہیں۔ جھوٹ بہت بولتے ہیں اور کئی قسم کے خسیس اور مکروہ حرکات ان سے سرزد ہوتے ہیں اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ نماز کا تو ذکر کیا کئی کئی دنوں تک منہ بھی نہیں دھوتے اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے۔ اور جو لوگ امیر اور رئیس اور نواب یا بڑے بڑے تاجر اور زمیندار اور ٹھیکدار اور دولتمند ہیں۔ وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شرابخوری اور زناکاری اور بداخلاقی اور فضول خرچی ان کی عادت ہے اور صرف نام کے مسلمان ہیں اور دینی امور میں اور دین کی ہمدردی میں سخت لاپرواہ پائے جاتے ہیں۔

اب چونکہ اس الہام سے جو ابھی میں نے لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر معلق ہے اور توبہ اور استغفار اور نیک عملوں اور ترک معصیت اور صدقات اور خیرات اور پاک تبدیلی سے دور ہو سکتی ہے لہٰذا تمام بندگان خُدا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سچے دل سے نیک چلنی اختیار کریں اور بھلائی میں مشغول ہوں اور ظلم اور بدکاری کے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ سچے دل سے خُدا تعالیٰ کے احکام بجالاویں۔ نماز کے پابند ہوں۔ ہر ایک فسق و فجور سے پرہیز کریں۔ توبہ کریں

اور نیک بختی اور خدا ترسی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ غریبوں اور ہمسائیوں اور یتیموں اور بیوائوں اور مسافروں اور درماندوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور صدقہ اور خیرات دیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور نماز میں اس بلا سے محفوظ رہنے کے لئے رو رو کر دعا کریں۔ پچھلی رات اٹھیں اور نماز میں دعائیں کریں۔ غرض ہر ایک قسم کے نیک کام بجالائیں اور ہر قسم کے ظلم سے بچیں اور اس خدا سے ڈریں کہ جو اپنے غضب سے ایک دم میں ہی دنیا کو ہلاک کر سکتا ہے۔ میں بھی لکھ چکا ہوں کہ یہ تقدیر ایسی ہے کہ جو دعا اور صدقات اور خیرات اور اعمال صالحہ اور توبہ نصوح سے مل سکتی ہے، اس لئے میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ میں عام لوگوں کو اس سے اطلاع دوں۔ یہ بھی مناسب ہے کہ جو کچھ اس بارے

[1] یہ فقرہ انہ اوی القریۃ۔ اب تک اس کے معنی میرے پر نہیں کھلے اور رویا عام وبا پر دلالت کرتی ہے مگر بطور تقدیر معلق۔ منہ

میں گورنمنٹ کی طرف سے ہدائتیں شائع ہوئی ہیں خوانخواہ ان کو بدظنی سے نہ دیکھیں بلکہ گورنمنٹ کو اس کاروبار میں مدد دیں اور اس کے شکرگذار ہوں کیونکہ سچ یہی ہے کہ یہ تمام ہدایتیں محض رعایا کے فائدے کے لئے تجویز ہوئی ہیں اور ایک قسم کی مدد بھی ہے کہ نیک چلنی اور نیک بختی اختیار کر کے اس بلا کے دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے دعائیں کریں تا یہ بلا رُک جائے یا اس حد تک نہ پہنچے کہ اس ملک کو فنا کر دیوے۔ یاد رکھو کہ سخت خطرہ کے دن ہیں اور بلا دروازے پر ہے۔ نیکی اختیار کرو اور نیک کام بجا لائو۔ خُدا تعالیٰ بہت حلیم ہے لیکن اس کا غضب بھی کھا جانے والی آگ ہے۔ اور نیک کو خُدا تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ مایفعل الله بعذا بکم ان شکرتم و امنتم۔(فہرست مضامین)

۵ رمضان ۱۳۴۷ھ ۱۵ فروری ۱۹۲۹ء (خطبہ حضرت مولانا محمد علیؒ)

رمضان میں ہمارا مجاہدہ

تشہد و تعوذ کے بعد حضرت مولیناؒ نے آیات ذیل تلاوت کیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔ (۱:۱-۷)

ترجمہ: ”اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے (تمام) جہانوں کے رب بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے جزاء کے وقت کے مالک (کے لئے) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے“

اور پھر آپؒ نے فرمایا کہ یوں تو یہ دُعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کی ہمیشہ ہی اُٹھتی رہتی ہے۔ اگر کچھ لوگ، بلکہ میں کہوں گا کہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے، جو محض رسم کے طور پر ان الفاظ کو پڑھتے ہوں گے۔ تو کچھ ایسے بھی ہوں گے جو دلی درد کے ساتھ اپنے اندر ایک تڑپ محسوس کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کرتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یعنی اے خُدا! تو ہم کو سیدھے رستے پر قائم رکھ۔ ہمیں ان لوگوں کے رستہ پر چلا، جن پر تیرا انعام ہوا۔ نہ

کہ ان کے رستہ پر، جن پر تیرا غضب ہوا یا رستے سے بھٹک گئے۔

رمضان میں روحانی بیداری: لیکن بالخصوص رمضان کے مہینہ میں یہ دُعا اور بھی زیادہ اُٹھتی ہے۔ اجتماع بھی زیادہ ہوتا ہے۔ پھر اس دعا کو دہرایا بھی بہت جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص افضال میں سے ہے۔ کہ ماہ رمضان میں نسبتاً مسلمانوں کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ ہوتی ہے۔ گویا ایک قسم کی روحانی بیداری اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔ تو گویا یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ رحمت الٰہی کا نزول، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اُوپر شروع ہوا، واقعات کی رو سے بھی اس کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ گو وہ بیداری، وہ روحانی قوت، جو آپؐ کے وجود سے واضح ہوئی، اس کا تھوڑا رنگ رہ گیا ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ اسی بیداری کا رنگ آ جاتا ہے۔

حقیقی چِلّہ کشی: رمضان کا مہینہ ایک قسم کا مجاہدہ ہے۔ ایک چِلّہ سمجھ لو۔ جو صوفی لوگ کاروبار سے الگ ہو کر بطور ریاضت کیا کرتے ہیں۔ وہ تو ان کے اپنے تجویز کردہ ہیں۔ لیکن شریعت نے جو چِلّہ تجویز کیا ہے، وہ رمضان کا مہینہ ہے۔ کیونکہ اس مہینہ کے اندر انسان اپنی خواہشات کو ترک کر دیتا ہے۔ مجھے یاد ہے۔ کہ ہمارے مسٹر مائیکل نے بھی کسی عیسائی سے ذکر کیا تھا۔ کہ تم کو خدا کی مانند ہونے کا جو دعویٰ ہے، وہ نرامنہ کا ہے۔ مگر مسلمان عمل سے کر کے دکھاتے ہیں۔ اس لئے کہ کھانے پینے سے الگ ہونا خدا کے اخلاق

سے حصہ لینا ہے۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی وجہ سے انسان اس قابل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (۲:۱۸۶) یعنی اگر میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو تحقیق میں بہت قریب ہوں۔ میں دعا مانگنے والے کی دُعا کو قبول کرتا ہوں۔

اسلام کی رہبانیّت: فی الواقعہ خُدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے یہ مہینہ بطور چلہ یا مجاہدہ کے ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک قسم کی رہبانیت ہے۔ اصل رہبانیت تو یہ ہے۔ کہ انسان دنیا سے الگ ہو کر عبادت کے لئے ایک گوشہ اختیار کرلیتا ہے۔ اسلام نے رہبانیت کو منع فرمایا ہے۔ حدیث میں آیا ہے لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ غور سے دیکھا جائے تو یہی اسلام کی رہبانیت ہے۔ کیونکہ اس کے اندر وہی کام، جو رہبانیت کا مقصد ہے، کیا جاتا ہے۔ یعنی خواہشات سے الگ ہونا۔ مگر عجب بات ہے کہ یہ رہبانیت بھی مجاہدہ کا رنگ رکھتی ہے۔ اصل غرض اس کی ایک جہاد ہے۔ بلکہ غالباً ایسے الفاظ بھی آئے ہیں کہ اسلام کی رہبانیت جہاد ہے۔ فی الحقیقت رمضان کا مہینہ ایک بڑا غنیمت موقعہ ہے۔ اس میں انسان وہ کچھ حاصل کرلیتا ہے جو وہ رہبانیت سے حاصل کرنا چاہتا ہے، لیکن حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ کیونکہ دنیا سے علیحدگی میں اس کو خواہشات کے پورا کرنے کا موقعہ ہی نہیں مل سکتا۔ لیکن جب دنیا کے اندر رہتے ہوئے انسان خواہشات ترک کرتا ہے، تو یہ اس کی روحانی ترقی کا موجب ہوتا ہے۔ فی الحقیقت یہ بڑا بھاری جہاد ہے۔

اسلام اور جہاد: اسلام جہاد کا دوسرا نام ہے۔ اور انسان کی زندگی گویا ایک بھاری جدوجہد ہی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی رہبانیت بھی جہاد کا رنگ رکھتی ہے۔ قرآن مجید میں جدوجہد پر بڑا زور دیا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ (۹۰:۴) انسان کو مشقت کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (۵۳:۳۹) یعنی جب تک کوئی جدوجہد نہ کی جائے کوئی نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ یہ جدوجہد اسلام کی اصل زندگی ہے۔ اس میں ہی روحانی ترقی کا سامان ہے۔

تزکیۂ نفس کا صحیح طریق: مگر تصوف کا رنگ نقصان دہ ہے۔ طرح طرح کے ذکر اور چلّے، جن کا وجود شریعت میں نہیں، آج کل کے لوگ صفائی قلب کے لئے ان کے پیچھے دوڑتے اور صحت برباد کرلیتے ہیں۔ تزکیہ نفس اور صفائی قلب کے لئے بہترین طریق وہی ہے جو قرآن شریف نے تجویز فرمایا ہے۔ اور بڑا احسان ہے اس صدی کے مجدد کا۔ کہ آپ نے اس بات کی طرف توجہ دلائی۔ کہ صفائی قلب حاصل کرنے کے لئے وہی طریق بہتر ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم یا آپؐ کے صحابہؓ نے

اختیار کیا یعنی جہاد۔

احمدیّت کی بنیاد جہاد پر ہے: لوگ کہتے ہیں کہ یہ جماعت جہاد سے منکر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ احمدیت جہاد کا ہی نام ہے۔ اور اصل بنیاد احمدیت کی جہاد ہی ہے۔ جہاد کیا ہے؟ دین کے لئے کوشش میں لگے رہنا۔ یہ ہم پر حضرت مجدد کا احسان ہے۔ کہ ہم کو اس رستہ پر لگا دیا۔ اور خدا کا قرب حاصل کرنے کا طریق بتا دیا۔ اور وہ خدمت اسلام کا طریق ہے۔

احمدی مجاہدین کو دعاء فاتحہ کی ضرورت: میں نے شروع خطبہ میں ذکر کیا تھا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دُعایوں تو اُٹھتی رہتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ جو لوگ اس جہاد میں لگے ہوئے ہیں، ان کے لئے اور بھی زیادہ ضرورت ہے اس دعا کی۔ اور جسے اس رستہ پر چلنا ہے، اسے بڑی ضرورت ہے اس بات کی، کہ وہ صحیح رستہ پر چلنے کی توفیق مانگے۔ ضروری ہے کہ ہم اس رستے کے طالب ہوں، جس پر چلنے سے ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس میں ٹھوکر بھی لگ سکتی ہے اور کام کرنے والوں کو خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔

غُلو کا نتیجہ: میں سمجھتا ہوں کہ ہماری جماعت کو بھی ٹھوکریں لگیں۔ جن لوگوں کو خدمت اسلام کے لئے کھڑا کیا گیا تھا، ان میں سے ہی ایک فریق ایسا نکلا، جس نے احمدیت کو الگ مذہب بنانے کی کوشش کی۔ مگر نتیجہ دیکھئے! وہی شخص، جس کی محض غلو کے ساتھ عزت پھیلانا چاہتے تھے، اس کی ایسی تصویر پیش کرتے ہیں، کہ اس کی معمولی انسان کی حیثیت بھی نہیں رہ جاتی۔ اور ہر ایک غلو کرنے والے کا یہی حال ہوتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ مسیحؑ کو ایک طرف تو خدا بنایا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف اس کی ایسی تصویر پیش کی جاتی ہے کہ ان کو ایک معمولی انسان کے رتبہ تک بھی نہیں چھوڑتی۔ آپ کی نسبت عیسائی کہتے ہیں کہ تین دن تک دوزخ میں رہے!

حضرت مسیح موعود کی تصویر غالیوں کے خیالات سے: اسی طرح ان لوگوں نے جو تصویر حضرت مرزا صاحب کی تجویز کی ہے، وہ بھی مرزا صاحب کی اتنی حیثیت نہیں چھوڑتی۔ وہ تصویر کیا ہے؟ کہا جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب ایک وقت میں اپنی نبوت کا بڑے زور شور سے انکار کرتے رہے۔ اور مدعی نبوت پر لعنتیں بھیجتے رہے۔ قسمیں کھائیں کہ میں مدعی نبوت نہیں ہوں۔ کہتے رہے کہ مدعی نبوت کافر اور خارج از دائرہ اسلام ہوتا ہے۔ لیکن بارہ سال دن رات یہ باتیں کہہ کر، اور لوگوں کے دلوں میں یہ یقین پختہ کر کے، کہ واقعی مدعی نبوت دجال اور کذاب، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، دعویٰ کیا کہ میں نبی ہوں! اب فرمایئے! اس کا نتیجہ کیا ہے؟ اگر دعویٰ نبوت ہی کرنا تھا، تو یہ بارہ سال الٹی تیاری کیسی کرتے رہے؟ اور لوگوں کو یقین دلاتے رہے۔ کہ مدعی نبوت لعنتی اور کذاب اور کافر ہوتا ہے۔ نتیجہ یہی ہے کہ (نعوذ باللہ) اپنے مونہہ سے یہ سب کچھ اپنے اوپر وارد کیا۔ یہی زیادہ گھٹاتا ہے۔

جماعت کے استحکام کی ضرورت: یہ تو ہوئی ایک ٹھوکر۔ جو ان لوگوں کو لگی ہے۔ لیکن اور ٹھوکر بھی کام کرنے والوں کو لگ سکتی ہے۔ کہ جماعت کے قیام کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے، ان کی طرف توجہ نہ کی جائے، یہ نقصان کا موجب ہے۔ میں اپنے دوستوں کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں، کہ جماعت کا استحکام ہی کامیابی کا راز ہے۔ اگر اس دعا کے فوائد کو حاصل کرنا چاہتے ہو، تو جو چیزیں اس جماعت کے استحکام کا موجب ہو سکتی ہیں، ان کو نہ چھوڑو۔ یاد رکھو کہ ہزاروں علامہ ہوں۔ اور بڑے بڑے لیکچر دے سکتے ہوں۔ لیکن اگر جماعت کا رنگ نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ اینٹیں متفرق طور پر پڑی ہوں۔ لیکن اگر انہی کو جوڑ دیا جائے تو ایک عالیشان عمارت بن سکتی ہے۔

جماعتی فیصلے اور چھوٹے بڑے کا امتیاز: جب تک جماعت نہ ہو، افراد کا قابل ہونا بھی کچھ کام نہیں دیتا۔ غرض جماعت کی مضبوطی اور استحکام سے غافل نہیں ہونا چاہئیے۔ چھوٹے بڑے سب ایک حکم کے ماتحت چلنے والے ہوں۔ اور یہ حکم بھی تمہارا اپنا ہے۔ جو فیصلہ جماعت کر دیتی ہے، ان سے چھوٹا ہو یا بڑا، ادھر ادھر نہ ہونا چاہئیے۔ نہ کسی بڑے کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ سمجھ کر کہ میں معمولی انسانوں سے بالاتر ہوں، جماعت کے حکم سے سرتابی کرے۔ نہ چھوٹے کو یہ حق پہنچتا ہے۔ چھوٹے بڑے کی تو ضرورت ہے نظام کے لئے۔ اگر چھوٹوں کا فرض ہے کہ وہ بڑوں کی عزت کریں، تو بڑوں کا بھی فرض ہے کہ وہ چھوٹوں کی بھی عزت کریں۔ یاد رکھو کہ جس نے بڑا کام کیا ہے، اس کو اور بھی زیادہ سر جھکا کر چلنے کی ضرورت ہے۔ اگر تمہیں کسی فیصلہ کے متعلق نارضامندی ہے، تو وہ تمہاری جماعت کا فیصلہ ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اس کو پھر جماعت کے سامنے لائے۔ بار بار لائے۔ لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں کے پھیلانے سے جماعت کے لوگ بد دل ہو جاتے ہیں۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ یہ جماعت معقول باتوں کو لیتی ہے۔ غرض جو نظام ہے، اس میں جماعت کے اندر فساد کرنے یا الگ ہونے کی کوشش یا بڑا بننے کی کوشش نہ کریں۔ سب یک رنگ ہو کر ایک ہی اصول اور ایک ہی قاعدہ کے ماتحت چلیں۔

خطبہ ثانیہ: فرمایا رمضان کا مہینہ ہے دعاؤں کے لئے۔ یہ خاص مجاہدہ کا مہینہ ہے۔ سب سے پہلے تو ہر شخص اپنے لئے یہ دعا کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں دین اسلام کی محبت اور اس کی خدمت کا شوق پیدا کرے۔ یہ بڑی بھاری ضرورت ہے۔ اور بڑا نقص یہی ہوتا ہے کہ لوگ اپنی اغراض کو مقدم کرتے ہیں۔ اور دینی اغراض کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ دنیا کی محبت انسان کو بڑے بڑے دھوکے دے کر اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک شخص اس دعا کا محتاج ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کے دل کے اندر یہ تڑپ موجود ہو۔ کہ میں نے خدا کے رستہ پر چلنا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کی خدمت کرنا ہے۔ اور اس کام کے لئے اپنی اغراض کو پیچھے ڈالنا ہے۔

پھر آپ اسلام اور مسلمانوں کے لئے دعائیں مانگیں۔ اسلام پر ہر جگہ مصائب ہیں۔ ہندوستان میں بھی مسلمانوں پر مصائب ہیں۔ اور ان کا مستقبل اچھا نظر نہیں آتا۔ بلکہ بظاہر ایک حد تک مسلمانوں اور اسلام کا مستقبل تاریک ہے۔ افغانستان کا مستقبل بھی تاریک ہے۔ اگر ایک جماعت کی طرف سے دُعا اُٹھے گی، تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ بڑے بڑے دکھ دعاؤں سے ٹل جاتے ہیں۔ دُعا بڑی طاقت ہے۔ بشرطیکہ لوگ اس کا استعمال کریں۔ اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ دُعائیں کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ مشکلات کو دور فرمائے۔ پھر بعض دوستوں کے بچے بیمار ہیں۔ شیخ محمد جان صاحب وزیر آبادی کا نوجوان لڑکا سخت بیمار ہے۔ چودھری غلام حسین خاں بدوملی کا لڑکا بیمار ہے آپ سب کے لئے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (پیغام صلح۔ ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء)۔ (فہرست مضامین)